نعت سرور کائنات ﷺ
ایک منفرد آفاقی صنف سخن

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

مدحت سرکار مدینہ ﷺ وہ صنف سخن ہے جس کی خدمت میں نسل انسانی کا ہر طبقہ شریک ہے۔ اس میں رنگ و نسل تہذیب و تمدن یا زبان و ملک کی غیریت راہ نہیں کاٹتی، خواہشات و میلانات مختلف ہو سکتے ہیں مگر اس کا مرکز ہے۔ یہ وہ مقام اتصال ہے جہاں اجنبیت کا احساس مٹ جاتا ہے۔ اور بین الاقوامی معاشرت کی جھلک نظر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیائے فن کی ہم نظری کا سب سے بڑا مظہر نعت ہے اس لئے مدحیہ ادب کا اس حوالہ سے مطالعہ آفاقی ادب کا مطالعہ ہے۔ جوں جوں دوریاں مٹ رہی ہیں اور انسان قریب آ رہے ہیں مدحیہ شاعری کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

مدحیہ شاعری تین عناصر سے تشکیل پاتی ہے۔ زبان، ادب اور شعری روایات اور سیرت رسول ﷺ سے استفادہ کی صلاحیت کے ساتھ جذبات و عقیدت کے اظہار کا سلیقہ، ان عناصر کا باہمی ربط غیر متوازن ہو تو مدح کا حق ادا نہیں ہوتا، مدح انسانی فطرت کی تاثر پذیری کا شعری اظہار ہے اس لئے اس میں جذبوں کی طہارت، رویوں کی صلابت اور لفظوں کا وجود درکار ہے۔ عناصر مدح میں سوچ کی ناپختگی اور خیال کی نادرستی راہ پانے لگے تو مدح کا معیار انحطاط آشنا ہو جاتا ہے۔ وقتی مصلحتیں اور مادی حوائج، مدح، میں ابتذال کا تعفن پیدا کر دیتے ہیں۔ جس سے مدح نگاری کاروبار اور جنس فروخت بن جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسے وزن و قافیہ کی تھوڑی شد بد ہو مدح نگاری کو حصول رزق کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔ یہ مدح کا ارزل مقام ہے۔ اسی حوالہ سے خاص جذبوں کا معطر خیالوں کا وہ حسین پیکر ہے جو سراسر محترم اور ہمہ تن مقدس ہے۔ یہ مدح نگار کی ضمیر کی آواز ہے جو سامع کے قلب پر دستک دیتی ہے یہ نہ آساں ہے اور نہ ہر کسی کے بس کی بات

ہے، تاریخی عمل بتاتا ہے کہ وہ شعراء جو ہر کس و ناکس کی مدح کے مبالغے اور غلو کی تمام تمام حدیں پار کررہے تھے اور جنہیں رائی کا پہاڑ بنانے کا فن آتا تھا۔ مدح رسالت مآب ﷺ میں ایسے ژولیدہ بیان ہوئے کہ ایک شعر بھی نہ کہ سکے کہ نعت کہنا دراصل تلوار کی دھار پر چلنا ہے (۱) اس لئے مدح نگار یا نعت گو کیلئے احتیاط لازمی ہے اسے بہر حال یہ احساس رہنا چاہئے کہ:

☆ اس کا ممدوح یکتا بھی ہے اور بے مثال بھی

☆ وہ جس گروہ میں شامل ہے اس میں ہر طبقہ ہر دور اور ہر صلاحیت کے افراد موجود ہیں۔

☆ مقصود نظر ایک ہو تو مضامین کی یکسانی کا احتمال ہوتا ہے۔

☆ اس کی انفرادیت اس مخصوص حوالہ سے پیدا ہوگی جو اس کی ذات اور ذات ممدوح کے درمیان موجود ہے، سورج ایک ہے اس کی روشنی ایک اکائی مگر دیکھنے والی آنکھ کی صلاحیت اور نظر کا زاویہ اسے مختلف رنگوں میں دیکھتا ہے۔

☆ ذات ممدوح کے جلوے دنیائے قلب پر عکس ریز نہ ہوں تو نعتیہ اشعار عروضی جمع تفریق بن جاتے ہیں۔ ایسے میں نعت کا کہنا ایک تکلف ہے، ایک روایت ہے اور بس

☆ ممدوح کے اوصاف لامحدود اور لامتناہی ہیں، بہت کچھ کہنے کے باوجود بہت کچھ کہنے کی گنجائش رہتی ہے اس لئے عجز راہنماء رہنا چاہئے۔

☆ نعت میں تخیلات کی بلندی پروازی سے زیادہ حقائق کے ادراک کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس بارگاہ عالی میں صفات شماری ایک قرینہ چاہتی ہے جس کے لئے تحقیق درکار ہے۔

☆ تشبیہ یا استعارہ کی جدت طرازی کی اجازت کے باوجود مبالغہ آفرینی میں سلیقہ بنیادی شرط ہے، ممدوح خیر البشر ﷺ ہے فوق البشر نہیں، ممدوح سرور انبیاء مگر ناموافق مسابقت کی اجازت نہیں

☆ موضوع عظیم بھی ہے اور نازک بھی ہے کہ یہاں جنبش یا لغزش قدم پر دنیا و عقبیٰ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ یہ عرش سے نازک تر مقام ہے اس لئے قرآنی ارشادات پیش نظر رہنا چاہئیں کہ

☆ آواز پست رہے، صوتی آہنگ عاجزانہ ہو...... ''لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' (۲)

ترجمہ: ''تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو''

ولا تجھرو الہ بالقول کجھر بعضکم لبعضٍ (۳)
یعنی تم ان کے ساتھ بات کو بلند آہنگ نہ دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ بات کرتے ہوئے آواز کو بلند کرتے ہو، اسلئے طرز خطاب میں انکسار اور تواضع چاہئے

☆''ان الذین ینادونک من وراء الحجرات'' (بے شک وہ آپ کو کمروں کے باہر سے پکارتے ہیں) کے بارے میں (۴) ''اکثرھم لا یعقلون'' (ان میں سے بیشتر عقل نہیں رکھتے) کا فیصلہ دیا جاچکا ہے اس لئے پکار بے باکانہ نہ ہو اسلئے اسم ذات سے ندا (یعنی یا محمد کہہ کر پکارنا) غیر محمود ہے کہ خود پروردگار عالم نے یوں نہیں پکارا۔

☆ممدوح ''ورفعنالک ذکرک'' (۵) ''اور ہم نے تیرے ذکر کو بلند کردیا'' اور ''وکان فضل اللہ علیک عظیما'' (۶) (اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے) کی رفعت اور عظمت کا حامل ہے اسلئے عزت وحرمت کا احساس ہمیشہ دامن گیر رہنا چاہئے۔

☆ غزلیہ انداز شعر اور عشقیہ طرز خطابت میں احتیاط لازم ہے تا کہ قاری ''جنسیت'' کے انحطاط کی طرف نہ اترنے لگے، یہ بجا کہ تشبیب سامع کو متنبہ، جذبات کو برانگیختہ اور خیالات کو برافروختہ کرنے کا باعث ہے، یہ مجاز سے حقیقت کا سفر ہے جسے صوفیاء نے حقیقت شناسائی کیلئے ایک لازمی زینہ خیال کیا ہے اور غبار ناقہ سے محمل لیلیٰ کا سراغ پانے کا ذریعہ سمجھا ہے مگر لازم ہے کہ جذبات عشق منہ زور ہو کر نورانی فضاء کو مکدر نہ کردیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''(م۱۱۷۶ھ) کا ارشاد ہے کہ'' تشبیب بالنساء'' کی روایت کو ختم ہونا چاہئے کہ

فتلک شرائع الشعر قدما وقد نسخت بختم الانبیاء (۷)

امام بوصیریؒ (۶۹۶ھ) نعتیہ ادب کے امام ہیں ان کا قصدیہ بردہ شریف میں تشبیب ہے مگر ان کی تشبیب ''حدیث عشق'' نہیں ہے یہ ذکر محبوب کا ابتدائیہ ہے تا کہ آتش تیز ہو اور جس وقت مدح کا مرحلہ آئے جوش وولولہ اور سامعین کا اشتیاق نقطہ کمال پر پہنچ چکا ہو۔

ان امور کا احساس دامن گیر رہے تو نعت گوئی کا نازک مرحلہ بحسن وخوبی طے ہوتا ہے، یہ بھی یقین رہنا چاہئے کہ نعت گوئی ادب عالی ہے جو شاعر کے شعور کی ترجمان اور پوتر جذبوں کا عکاس ہے، بعض اوقات شاعر کو اس بنیادی عنصر کا احساس نہیں رہتا کہ نعتیہ شاعری، ملکہ شعر کے ساتھ

خیالات کے تزکیہ، اعمال کے تقویٰ اور میلانات کے توازن کی متقاضی ہے۔ مدح رسالت اس حوالہ سے مشکل ترین صنف سخن ہے اسی لئے بعض نامور شاعر اس سے محروم ہے ان کے ہاں شعر کہنے کی صلاحیت بدرجہ کمال موجود تھی مگر یہ صرف ایک خارجی جزو کی حیثیت رکھتی ہے اس کے علاوہ جو روح شعر توفیق تھی انہیں حاصل نہ تھی نعت کے محتویات کا بہتر ادراک تو صاحب دل اور حامل تقویٰ اصحاب ہی کر سکتے تھے اسی لئے اس صنف شریف کی پزیرائی صوفیاء کے ہاں ہوئی۔ یہاں یہ سوال بھی اپنا جواب پالیتا ہے معروف شعراء نے اس طرف توجہ کیوں نہ کی، بعض ظاہر بین اس رویہ کی بنا پر کہنے لگے کہ مدحیہ شاعری میں دوسرے درجہ کے شعراء نے حصہ لیا ہے، اس ابہام میں کئی مغالطے ہیں

☆ ایک یہ کہ نعتیہ شاعری کے ابتدائی ذخیرے کی تدوین پر کم توجہ رہی ہے اور اسے ایک ذاتی روحانی معاملہ سمجھا گیا ہے۔

☆ دوسرے یہ کہ نعتیہ شاعری، مدحیہ شاعری کے ساتھ مربوط کر دی گئی ہے اور عام مدیح کا مقام قابل فخر نہ تھا اسلئے نعتیہ شاعری کو اسی ربط کی بنیاد پر کمتر صنف سخن خیال کر لیا گیا حالانکہ نعتیہ ادب، قصیدہ خوانی سے کوئی علاقہ نہ رکھتا تھا۔ وہ مادی احتیاج کا شاخسانہ تھی جبکہ یہ بالغ نظری اور روحانی سربلندی کا نتیجہ ہے۔

☆ تیسرے یہ کہ تنقید شعر کے ایسے معیار قائم کر لئے گئے ہیں جن پر جاہلی شاعری کی سطوت قائم تھی، ایسے ماحول میں نعتیہ ادب کی قدر و قیمت متعین نہ ہو سکی بلکہ ناقدین کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس صنف سخن کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں

☆ چوتھے یہ کہ جہاں ادبی حلقوں نے اسے دینی ادب قرار دے کر نظر انداز کیا گیا وہاں دینی حلقوں میں بھی جائز حق ادا نہ ہوا کیوں کہ ان حلقوں میں درسیات اور فقہی استخراجات کو فوقیت حاصل تھی۔ مدحیہ شاعری صرف ذاتی ذوق اور لمحات فراغ کیلئے لائق التفات ٹھہری، تصوف کے زاویوں میں وجودی مسائل اور ان پر مشتمل شاعری کا چلن رہا۔

☆ نعتیہ ادب کے فنی جائزہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خوش عقیدگی اور خوف فساد خلق بھی تھی کہ ایسے مقدس ادب کو کیوں کر نقد و نظر کے تختہ پر چن دیا جائے

ان مغالطّوں کے علاوہ نعتیہ شاعری کو خود مدح نگاروں کے طرز عمل سے نقصان پہنچا۔ شعری صلاحیت رکھنے والے لوگ عموماً وہ تھے جو قابل احترام شخصیات کے مالک تھے، وہ دربار نبوی ﷺ کی نزاکتوں کو بھی سمجھتے تھے اور شاعری کے رموز و غوامض کو بھی مگر وہ نعت کو اپنے ضمیر کی آواز اور اپنی عقیدت کا اظہار سمجھتے تھے جس کی نمائش مستحسن نہ تھی۔ انہیں خوف تھا کہیں یہ خالص جذبہ ریاکاری میں شامل نہ ہوجائے اس طرح بے شمار نعتیہ اشعار منظر عام پر نہ آسکے بلکہ بیشتر دست برد زمانہ کی نذر ہوگئے۔ اس کے برعکس شعری پرکاری کے قائل اصحاب اپنے جذبات کے اظہار کیلئے یہی پیمانہ استعمال کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ خلوص و محبت تو تھا ہی مگر یہ بھی سمجھ لیا گیا کہ ارادت کا اظہار سوائے شعر کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس طرح وہ شخص جو وزن قافیہ کے معرفت رکھتا تھا شعر کہنے لگا، عوام نے محبت سے سنا کہ یہی دستیاب مال تھا۔ یوں یہ شعوری کوشش جو زیادہ تر تصنع کے ذیل میں آتی تھی مقبول ہوتی گئی، ایسے محنت پسند لوگ اپنی محنت بھی ضائع نہیں ہونے دیتے نتیجہ یہ ہوا کہ ایسا کلام محفوظ بھی ہوگیا۔ یہ تسلیم مدح رسالت مآب ﷺ ایک توفیق ہے مگر سوال پھر بھی یہ ہے کہ اس توفیق کے اظہار کے لئے شعر کا ہی لبادہ کیوں ضروری ہے۔

''مدح'' وصف جمیل ہے یہ وہبی بھی ہوسکتا ہے اور کسبی بھی ہوسکتا ہے یعنی اختیاری بھی، حسن و جمال، قد و قامت، موزونیت جسم اور قوت و جبروت ایسے اوصاف ہیں جو انسان کو ودیعت ہوتے ہیں مگر علم و حکمت، دانش و بینش، حکومت و سطوت ایسے اوصاف ہیں جو جہد و محنت سے حاصل ہوتے ہیں، مدح ہر دو قسم کے اقسام کے اوصاف پر محیط ہے مگر صفات شماری کا محرک وہ رویہ ہونا چاہئے جو محمود ہو۔ بسا اوقات غیر غیر مصالح محرکات کی کارفرمائی سے قدم قدم پر بہک جانے کا امکان لفظ لفظ میں غیر معیاری ہونے کا اندیشہ رہتا ہے ہر لحہ یہ خطرہ رہتا ہے کہیں کوئی نامناسب جملہ ناموافق روایت یا نامناسب جذبہ منسوب نہ ہوجائے کیوں کہ ممدوح وہ ذات گرامی ہے جس کے تقدس و احترام پر عقائد کی دیوار کھڑی ہے اس لئے الفاظ شستہ ہوں سوقیانہ الفاظ اور محاورے نہ آنے پائیں (۸) مدح نگاری ایک انفعالی عمل کا فعالی اظہار ہے اسلئے کہ مدح نگار کی تاثر پذیری کی اصلاح بھی ضروری ہے اور انسان ممدوح کی ذات سے مترشح ہونے والی صفات کو قبول کرتا ہے اور پھر اس قبولیت کا اظہار اپنے جذبوں کے سہارے کرتا ہے اس دوگونہ عمل میں اگر کسی ایک

کی تہذیب و تنقیح مناسب طور پر نہ ہو سکے تو نتیجہ غیر تسلی بخش نکلتا ہے اسلئے مدح نگاری کی تاثیر پذیری کی اصلاح بھی ضروری ہے اور اس کے جذبات کے اظہار کی تہذیب بھی لازم ہے محسنین کے احسان پر ان کا شکریہ کا ادا کرنے کا حکم دیا گیا ارشاد نبوی ﷺ ہے **من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ** (۹) ''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتا'' یہی شکریہ شعر کے قالب میں ڈھلے تو مدحیہ بنتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں مدح کی حدود متعین ہیں، یہ موافق واقعہ، غلو سے مبرا، حسین الفاظ کا مرقع۔ بلاغت کا پیکر اور مدح نگاروں کے دل کی آواز ہے نعت سرور کائنات ﷺ میں صداقت شعاری ضروری ہی نہیں فرض ہے کیونکہ یہ تذکرہ سب سے بڑے صادق کا ہے جس کی ساری زندگی نور صداقت سے مزین ہے، جو صداقت کا اعلیٰ اسوہ ہے اور اسکا پیغامبر بھی، نعت گو کیلئے احتیاط لازم ہے یہاں صرف ایک صنف سخن کے تقاضوں کے ملحوظ رکھنے کا ہی مسئلہ نہیں ایمان کی سالمیت کا سوال بھی ہے اور ذات گرامی ﷺ کا ہمہ صفت ہونا بھی تفریط کی دوطرفہ حد بندی نے اس راہ کو پل صراط بنا دیا ہے جہاں بڑے بڑوں کے قدم لرزتے ہیں۔ نعت اصناف سخن کی مروجہ تقسیم کے حوالہ سے مدیح کا حصہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ ایک منفرد اور مستقل صنف سخن ہے، اصناف سخن کی تقسیم دو پہلوؤں کے روبہ عمل آتی ہے ہیئت ظاہرہ یا اسلوب کے نقطہ نظر سے اور معانی اور مفاہیم یعنی داخلی مکونات کے اشتراک خصائص کے حوالہ سے ہر دو اعتبار سے نعت رسول اکرم ﷺ اپنا الگ وجود رکھتی ہے، اسے قصیدہ، قطعہ، تضمین یا معارضہ، وغیرہ یا صورت ظاہریہ کا پابند نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب سے ممتاز مگر سب میں جاری ہے، معنی کے اعتبار سے یہ ذات بے عدیل ﷺ کا تذکرہ ہے، اس لئے ممدوح کی یکتائی کے حوالہ سے بھی ممتاز ہے۔ اس میں جذبوں کی صداقت، خلوص کی مہک اور خیالات کا سہانا پن ہے، یہ ضمیر کی پکار ہے جو ضمیر ہمہ دردمند، سراپا ملتمس اور بہر صورت مستغیث ہے اس لئے اس کے اثرات ہمہ جہتی ہیں یہاں حق ادا نہیں ہوتا اس لئے تجاوز عن الحد کا مرحلہ ہی نہیں آتا۔ بلکہ عجز بیاں کا اعتراف رہتا ہے، یہ خالق کی ہمنوائی کا عمل ہے اس لئے بے بضاعتی اور ژولیدگی نعت گو شعراء کا مشترک امتیاز ہے۔ ہر صنف سخن کے حدود علماء لغت و شعراء مرتب کرتے ہیں مگر نعت کے ضابطے خالق کے حوالہ سے ترتیب پاتے ہیں اسلئے مدح نگار محتاط بھی

ہےاور سراپا سپاس بھی۔اس کے پیش نظر" ورفعنا لک ذکرک "(۱۰)"کان فضل الله علیک عظیما "(۱۱) کی شوق انگیزیاں بھی ہیں اور" لا ترفعو اصواتکم "(۱۲) کی پابندیاں بھی اسلئے اس کا لہجہ مشتاقانہ مگر عاجزانہ اس کی زبان کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی ہے اور اس کے کلمات پابند آداب ہیں۔

الحمدللہ اس مشکل ترین شاہراہ پر مسلمان نے کامیابی سے چل کر اپنی عقیدت ومحبت کو جلا بخشی ہے، چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ قریہ قریہ، شہر شہر مدحت سرکار ﷺ کے ترانے گائے جارہے ہیں۔عوام ہو یا خواص سب مجسم نیاز ہیں، غیر مسلم جب معاشرتی آداب اور انسانی عظمتوں کے حوالہ سے نغمہ سرا ہوئے تو زبان مشک وعنبر سے باوضو رہی، یہ طویل روایت اسلامی تاریخ کے لئے وجہ افتخار بھی ہے اور دامن رسول ﷺ کی بے پایاں وسعتوں کی غماز بھی، یہ سلسلہ ازل سے چلا اور ابد تک جاری رہے گا کہ یہ پیغمبر آفاق ﷺ کے حضور سپاس عقیدت ہے، کہنے والوں کو قرار نہیں کہ ممدوح کے فضائل کا شمار نہیں، صحابہ اکرامؓ کے دور سے لے کر عصر حاضر تک یہ سلسلۃ الذھب، پھیلا ہوا ہے۔کثرت کے باوجود زبان اور طرز نگار پر تمکنت اور پاکیزگی محیط ہے۔خوش قسمت ہیں وہ اہل قلم جن کے ہاتھ اقلیم نعت کی وسعتوں تک ممتد ہیں۔

" وذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم"(۱۳)

کانماناظر الحسناء مکتحلاً
یترب فعل رسول الله ﷺ مکحول(۱۴)

حواشی وحوالہ جات

۱۔مولانا احمد رضا خان: الملفوظ حصہ دوم ص:۴

۲۔سورۃ الحجرات:۲

۳۔ایضاً

۴۔سورۃ الحجرات:۴

۵۔سورۃ الانشراح:۴
۶۔سورۃ النساء:۱۱۴
۷۔اطیب النغم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص:۲۴
۸۔علامہ شبلی نعمانی: مقالات جلد دوم ص:۴۰
۹. امام ترمذی: سنن الترمذی المجلد الثانی، ابواب البرو الصلة عن ابی هریرة رضی الله عنه
۱۰۔سورۃ الانشرح:۴
۱۱۔سورۃ النساء:۱۱۴
۱۲۔سورۃ الحجرات:۲
۱۳۔سورۃ الحدید:۲۱
۱۴۔غلام علی آزاد بلگرامی: الدیوان الثالث ص:۱۰

سیرت النبیؐ ۲۰۰۸ء زیر طبع

فروری ۲۰۰۸ء میں سیرت النبی نمبر ۲۰۰۸ شائع ہوگا اصول تحقیق کی روشنی میں جنوری تک ارسال کردہ مضامین شامل اشاعت ہو سکتے ہیں